شرعی سفر میں کتنی دیر ٹھہرنا سفر کو منقطع کر دے گا؟

مجیب: ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

مصدق: مفتی فضیل رضا عطاری

فتوی نمبر: 126

تاریخ اجراء: 26 ربیع الثانی 1445ھ / 11 نومبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مسافر بننے کے لئے تین دن کے متصل سفر کی قید لگائی جاتی ہے، جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: "یہ بھی شرط ہے کہ تین دن کی راہ کے سفر کا متصل ارادہ ہو اگر یوں ارادہ کیا کہ مثلاً دو دن کی راہ پر پہنچ کر کچھ کام کرنا ہے، وہ کر کے پھر ایک دن کی راہ جاؤں گا، تو یہ تین دن کی راہ کا متصل ارادہ نہ ہوا، مسافر نہ ہوا۔"

پوچھنا یہ ہے کہ سفر کے اتصال میں رکاوٹ بننے والے جس کام کا ذکر کیا جا رہا ہے، اس سے کتنی دیر کا ٹھہرنا، مراد ہے؟ ایک عالم صاحب سے سنا ہے کہ ایک پوری رات مراد ہے یعنی اگر پوری رات ٹھہرنے، پھر آگے سفر کا ارادہ ہے، تو یہ سفر کو منقطع کرے گا اور اگر رات ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو، بلکہ گھنٹہ دو گھنٹہ یا چاہے چھے گھنٹہ ہی کیوں نہ رکنا ہو، یہ سفر کو منقطع نہیں کرے گا اور بندہ مسافر ہی رہے گا۔ کیا یہ بات درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

سفر شرعی کے لئے تین دن کی مسافت یعنی 92 کلو میٹر یا اس سے زائد متصل سفر کا ارادہ ہو، یہ ضروری ہے۔ متصل سفر سے مراد یہ ہے کہ دوران سفر جہاں رکنا ہو، وہ ضمناً ہو جیسے نماز پڑھنے، کھانے پینے، آرام کرنے وغیرہ ایسے کاموں کے لئے رکنا ہو، جس کی عموماً سفر میں ضرورت پڑتی ہے اور اس ضمناً رکنے کا فقہائے کرام نے کوئی مخصوص وقت مقرر نہیں فرمایا کہ اتنا ہو یا اتنا ہو، بلکہ اسے مطلق رکھا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ رکنے کے اس وقت کی کوئی حد بندی نہیں ہے، یہ رکنا گھنٹہ دو گھنٹہ بھی ہو سکتا ہے اور پورا دن یا پوری رات بھی ہو سکتا ہے اور اس سے سفر پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ فقہاء کے اطلاق کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ تین دن کی مسافت کے سفر میں فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق ہر وقت سفر کرنا یعنی چلتے رہنا ضروری نہیں ہے، بلکہ سال کے سب سے چھوٹے دن کے حساب سے

دن کا اکثر حصہ سفر ضروری ہے، جس کا واضح مطلب ہے باقی وقت جس میں رات بھی شامل ہے، اس میں ٹھہرا جا سکتا ہے اور یہ سفر کے منافی نہیں ہے، اسی وجہ سے قدیم زمانوں میں جب اونٹوں، گھوڑوں وغیرہ پر سفر ہوتا تھا، وہ مسلسل جاری نہیں رہتا تھا، بلکہ جانوروں اور اپنے آرام وغیرہ مختلف ضرورتوں کی بنیاد پر دن کا معتدبہ اور اکثر حصہ سفر کرنے کے بعد پڑاؤ کیا جاتا تھا، جس میں پوری پوری رات پڑاؤ بھی ہو جاتا تھا۔

یہ تفصیل ضمناً رکنے کی ہے۔ رکنا اگر بالقصد ہو یعنی یکمشت سفر کا ارادہ نہیں ہے، بلکہ سفر کئی حصوں میں تقسیم ہے کہ پہلے ایک جگہ جانا ہے، وہاں کچھ کام ہے وہ نمٹا کر آگے جانا ہے، تو یہ رکنا چاہے کم وقت کے لئے ہو مثلاً: صرف آدھے گھنٹے کا کام ہو، وہ کر کے آگے جانا ہے تو یہ سفر کو منقطع کر دے گا۔ اس پر دلیل بھی فقہائے کرام کا اطلاق ہے کہ وہ اس رکنے کو کسی مخصوص وقت کے ساتھ مقید نہیں کرتے، لہٰذا آدمی مجموعی طور پر اگرچہ مسافت شرعی یعنی 92 کلو میٹر کے سفر پر جا رہا ہو، مگر بیچ میں بالقصد کام کے لئے بھی کسی جگہ رکنا ہے اور یہ جگہ مسافت شرعی یعنی 92 کلو میٹر سے کم ہے تو وہ مسافر نہیں ہو گا اور پوری نماز پڑھے گا۔ اس کی ایک مثال مختلف شہروں میں مال سپلائی کرنے کے لئے جانے والے سیلزمین کے سفر کی ہے کہ عموماً وہ روزانہ کی بنیاد پر گاڑی پر مال لوڈ کر کے مختلف شہروں میں مال سپلائی کرنے کے لئے جاتے ہیں اور بسا اوقات ایک ہی دن میں دو دو سو کلو میٹر بھی سفر کر جاتے ہیں، مگر ان کی نیت یکمشت سفر کی نہیں ہوتی، بلکہ شروع سے ہی مختلف شہروں میں جانے اور مال سپلائی کرنے کی نیت ہوتی ہے، یوں ان کا سفر مقصوداً کئی حصوں میں تقسیم ہوتا ہے اور اکثر باہم ان شہروں کی مسافت 92 کلو میٹر سے کم ہی ہوتی ہے، لہٰذا یہ مسافر شرعی نہیں بنتے۔ سوال میں مذکور بہار شریعت کے جزئیہ میں جس رکنے اور کام کا ذکر ہے اور یہ کہ وہ سفر کو منقطع کر دے گا، اس سے مراد یہی بالقصد رکنے والی صورت ہے۔

الغرض رات بھر رکنا کوئی ایسی چیز نہیں ہے، جسے مطلقا قاطع سفر (سفر کو ختم کرنے والا) قرار دیں، بلکہ اصل مدار رکنے کے ضمنی یا قصدی ہونے پر ہے، رکنا اگر ضمنی ہے تو چاہے رات بھر ہو یا اس سے زائد، وہ سفر کو ختم نہیں کرے گا اور رکنا اگر قصدی ہے تو چاہے رات سے کم ہو، سفر کے منافی ہو گا۔

تین دن کے سفر سے مراد ہر وقت سفر یعنی چلتے رہنا شرط نہیں ہے، بلکہ دن کا اکثر حصہ مراد ہے، لہٰذا رات بھر کا پڑاؤ سفر کے منافی نہیں ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے: " ولا یشترط سفر کل یوم إلی اللیل " اور ہر دن رات تک سفر کرنا شرط نہیں ہے۔ (در مختار مع رد المحتار، جلد 02، صفحہ 724، مطبوعہ کوئٹہ)

ردالمحتار میں ہے:"قولہ:(ولا يشترط إلخ) إذ لا بد للمسافر من النزول للأكل والشرب والصلاة ولأكثر النهار حكم كله"شارح رحمۃ اللہ علیہ کا قول:(اور شرط نہیں ہے۔ الخ) کیونکہ مسافر کے لئے کھانے، پینے اور نماز کے لئے اترنا ضروری ہے اور دن کا اکثر حصہ چلنا پورے دن چلنے کے حکم میں ہے۔(ردالمحتار، جلد 02، صفحہ 724، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے:"دن سے مراد سال کا سب میں چھوٹا دن اور تین دن کی راہ سے یہ مراد نہیں کہ صبح سے شام تک چلے کہ کھانے پینے، نماز اور دیگر ضروریات کے لیے ٹھہرنا، توضرور ہی ہے، بلکہ مراد دن کا اکثر حصہ ہے ،مثلاً: شروع صبح صادق سے دوپہر ڈھلنے تک چلا پھر ٹھہر گیا پھر دوسرے اور تیسرے دن یونہی کیا تو اتنی دور تک کی راہ کو مسافت سفر کہیں گے دوپہر کے بعد تک چلنے میں بھی برابر چلنا مراد نہیں، بلکہ عادۃً جتنا آرام لینا چاہیے اس قدر اس درمیان میں ٹھہرتا بھی جائے اور چلنے سے مراد معتدل چال ہے کہ نہ تیز ہو نہ سُست، خشکی میں آدمی اور اونٹ کی درمیانی چال کا اعتبار ہے اور پہاڑی راستہ میں اسی حساب سے جو اس کے لیے مناسب ہو اور دریا میں کشتی کی چال اس وقت کی کہ ہوا نہ بالکل رُکی ہو نہ تیز۔(بہارشریعت، جلد1، صفحہ 740، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

ضمناً رُکنا منافی سفر نہیں اور قصداً رُکنا یعنی سفر کا یکمشت نہ ہونا بلکہ حصوں میں تقسیم ہونا منافی سفر ہے، چنانچہ

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:"فأما إذا لم يجتمع مدة سفر أو اجتمعت ولم يكن من قصده أول الخروج إلا بلد دون مدة سفر، ثم حدث القصد إلى آخر فالحكم واضح أيضا (وهو عدم القصر) وكذلك إذا خرج ناويا مدة سفر، وهو المقصود الاصلي وله بعض حاجات في مواضع واقعة في البين، فالحكم ظاهر أيضا وهو القصر، لأن العبرة بأصل المقصود وإنما الاشتباه فيما إذا خرج بمقاصد عديدة كلها مقصود بالذات، وفي أقصاها ما هو على مسيرة سفر، وخرج أولا متوجها إلى ما هو دونها، ثم توجه إلى آخر، ثم إلى الأقصى، فهل يعتبر أن من قصده حين الخروج الذهاب إلى ما هو على مسيرة سفر، وإن لم يكن حين خرج متوجها إليه وقاصدا له في الحال، بل قاصدا غيره؟ أم يلاحظ ما هو مقصوده في الحال فيتم، وظاهر إطلاق "البزازية" و"الفتح" هو الإتمام"جب مسافت سفر نہ بنتی ہو یا بنتی ہو مگر اپنے علاقے سے نکلتے وقت مسافت سفر سے کم پر واقع شہر کا ارادہ ہو بعد میں دوسرے شہر (جو کہ مسافت سفر پر واقع ہو وہاں جانے کا ارادہ بنے، تو ایسی صورت میں بھی حکم واضح ہے یعنی قصر نہ ہونا ایسے ہی اگر مدت سفر کی نیت سے نکلا مگر درمیان میں کچھ کام کرنے ہیں تب بھی حکم واضح ہے کہ قصر نماز

پڑھنی ہے، کیونکہ اعتبار اصل مقصود کا ہے، اشتباہ صرف اس صورت میں ہے کہ متعدد مقاصد جو مقصود بالذات ہیں ان کے ارادے سے گھر سے نکلا اور آخری مقصد مدت سفر پر واقع ہے اور پہلے مدت سفر سے کم پر گیا پھر دوسرے مقصد کی طرف متوجہ ہوا، تو کیا اس کا اعتبار ہو گا کہ نکلتے وقت اس کا ارادہ اس جگہ کا بھی تھا جو مدت سفر پر واقع ہے، اگرچہ نکلتے وقت وہاں نہیں جا رہا تھا اور فی الحال وہاں جانے کا ارادہ نہ تھا، بلکہ دوسری جگہ کا ارادہ تھا یا فی الحال جو مقصود ہے وہاں کا لحاظ کرتے ہوئے پوری نماز کا حکم دیں گے۔ بزازیہ اور فتح القدیر کے اطلاق سے ظاہر پوری نماز پڑھنا ہے۔

(جد الممتار، جلد 03، صفحہ 575، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سفر میں رکنا جہاں مقصود ہو، چاہے کتنا ہی کم ہو، قاطع سفر ہو گا، اور اگر ضمناً ہو تو قاطع سفر نہیں ہو گا، علماء کا اطلاق اس پر دلیل ہے۔ چنانچہ سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **"اگر اپنے مقام سے ساڑھے ستاون (۵۷ ۱/۲) میل کے فاصلے پر علی الاتصال جانا ہو کہ وہیں جانا مقصود ہے بیچ میں جانا مقصود نہیں** اور وہاں پندرہ دن کامل ٹھہرنے کا قصد نہ ہو، تو قصر کریں گے ورنہ پوری پڑھیں گے، ہاں یہ جو بھیجا گیا اگر اس وقت حالت سفر میں ہے مقیم نہیں تو کم و بیش جتنی دور بھی بھیجا جائے گا مسافر ہی رہے گا جب تک پندرہ کامل ٹھہرنے کی نیت نہ کرے یا اپنے وطن نہ پہنچے۔" (فتاوی رضویہ جلد 8، صفحہ 270، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لکھتے ہیں: "جو مقیم ہو اور وہ دس دس پانچ پانچ بیس بیس تیس تیس کوس کے ارادے پر جائے **کبھی مسافر نہ ہو گا ہمیشہ پوری نماز پڑھے گا اگرچہ اس طرح دنیا بھر کا گشت کر آئے جب تک ایک نیت سے پورے چھتیس کوس یعنی ساڑھے ستاون میل انگریزی کے ارادے سے نہ چلے یعنی نہ بیچ میں کہیں ٹھہرنے کی نیت ہو اور اگر دو سو میل کے ارادے پر چلا مگر ٹکڑے کر کے یعنی بیس میل جا کر یہ کام کروں گا وہاں سے تیس میل جاؤں گا وہاں سے پچیس میل،** وعلی ہذا القیاس مجموعہ دو سو میل تو وہ مسافر نہ ہوا کہ ایک لخت ارادہ ۵۷ میل کا نہ ہوا، ہاں جو مسافر ہے مقیم نہیں وہ جہاں ہے وہاں بھی قصر پڑھے گا اور وہاں سے ایک ہی میل یا کم کو جائے خواہ زیادہ کو، وہاں بھی قصر ہی کرے گا جب پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کسی محل اقامت میں نہ کرے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 08، صفحہ 268، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا کہ زید کے وطن سے ایک مقام تیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے اور زید نے ایسی راہ سے سفر کیا کہ اس مقام تک چالیس کوس مسافت طے کرنی ہوئی، تو زید پر نماز کا قصر ہے یا نہیں؟ تو اس کے جواب میں لکھتے ہیں: "ہے جبکہ قصداً دو جگہ پر منقسم نہ ہو مثلاً اس راہ میں بیس کوس

پر ایک شہر ہے، ارادہ یوں کیا کہ پہلے وہاں جاؤں گا وہاں سے فارغ ہو کر دوسرے مقام پر کہ وہاں سے بیس کوس ہے، جاؤں گا یوں چالیس کوس ہو جائیں گے تو قصر نہیں، مکان سے بیس ہی کوس کے مقصد کو چلا ہے اگرچہ وہاں سے دوسرا قصد دوسری جگہ کا ہونے والا ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 254، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مذکورہ بالا جزئیات سے واضح ہے کہ سفر کے دوران رکنا جب مقصود ہو گا، وہ علی الاطلاق قاطع سفر ہو گا اور اس میں تھوڑا، زیادہ رکنے کی تفصیل نہیں ہو گی، کیونکہ وقت کے تھوڑا زیادہ ہونے کے اعتبار سے اگر کوئی تفصیل ہوتی تو اسے بھی ضرور بیان کیا جاتا اور فقط "**وہیں جانا مقصود ہے بیچ میں جانا مقصود نہیں**" وغیرہ کلمات نہ بولے جاتے۔

ضمنی طور پر رکنا چاہے طویل ہو، منافی سفر نہیں، اطلاق وغیرہ دلائل کے علاوہ الحمد للہ اس پر صریح دلیل بھی مل گئی۔ چنانچہ سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں: "آدمی اگر کسی مقام اقامت سے خاص ایسی جگہ کے قصد پر چلے جو وہاں سے تین منزل ہو، تو اس کے مسافر ہونے میں کلام نہیں، **اگرچہ راہ میں ضمنی طور پر اور مواضع میں بھی وہ ایک روز ٹھہرنے کی نیت رکھے۔**" (فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 247، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مذکورہ بالا جزئیہ کے خط کشیدہ الفاظ ہمارے مدعا پر صریح دلیل ہیں کہ رکنا اگر ضمناً ہو تو قاطع سفر نہیں، چاہے یہ رکنا طویل ہو، رات بھر یا اس سے زائد ہو، کیونکہ اس جزئیہ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ **نے ضمنی طور پر ایک روز ٹھہرنے کو منافی سفر شمار نہیں کیا۔**

تنبیہ: مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہے کہ تحقق سفر اور آدمی کے مسافر بننے کے اعتبار سے رات گزارنا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو مطلقاً سفر کو منقطع کرے، اصل مدار رکنے کے قصدی یا ضمنی ہونے پر ہے، ہاں اگر سفر متحقق ہو چکا ہو اور بندہ پر سفر کے احکام جاری ہو چکے ہوں اور اب وہ کسی جگہ مقیم ہونا چاہتا ہو، تو ضروری ہے کہ کسی ایک مقام (شہر یا بستی وغیرہ) میں پوری پندرہ راتیں مسلسل گزارنے کی نیت کرے، دن میں چاہے کام کاج کے لئے کہیں جانا بھی ہو تو کوئی حرج نہیں، اس طرح آدمی مقیم کہلائے گا اور پوری نماز پڑھے گا اور اگر مسلسل پندرہ راتیں ایک مقام میں نہ گزارنی ہوں، بلکہ ایک رات کسی دوسرے شہر یا بستی وغیرہ میں بھی گزارنی ہو تو یہ دوسرا مقام چاہے پہلے مقام سے قریب ہی کیوں نہ ہو، آدمی مقیم نہیں ہو گا جیسے ایک آدمی کراچی سے حیدر آباد گیا اور اس کا ارادہ یہ ہو کہ چودہ راتیں حیدر آباد اور ایک رات کوٹری میں رہوں گا، تو کوٹری اگرچہ حیدر آباد سے بہت تھوڑے فاصلے پر واقع ہے، مگر اقامت کی شرط کسی ایک مقام میں مسلسل پوری پندرہ راتیں گزارنا نہ پایا گیا، لہٰذا وہ مقیم نہیں ہو گا۔

یہ مسئلہ ایسا ہے، جس میں رات کا مطلقاً عمل دخل ہے۔ جن عالم صاحب کا سوال میں ذکر ہوا، ہو سکتا ہے انہوں نے اس دوسرے مسئلہ میں رات کے معتبر ہونے والی بات کو پہلے مسئلہ کے لئے بھی معتبر سمجھ لیا ہو، حالانکہ یہ درست نہیں ہے اور اب فتویٰ میں رات کہاں معتبر ہے اور کہاں معتبر نہیں ہے، اس کو مکمل تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے، لہٰذا اسی کے مطابق عمل کیا جائے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "ولو نوی الاقامة خمسة عشر یوماً بقریتین، النهار فی احداهما واللیل فی الاخری یصیر مقیماً اذا دخل التی نوی البیتوتة فیها هکذا فی محیط السرخسی "اگر دو بستیوں میں پندرہ دن اقامت کی نیت کی، ان دونوں میں ایک میں دن گزارنے اور دوسری میں رات بسر کرنے کی نیت تھی، تو اس بستی میں داخل ہونے سے مقیم ہو جائے گا جس میں رات گزارنے کی نیت کی تھی۔ ایسا ہی محیط سرخسی میں ہے۔
(عالمگیری، جلد1، صفحہ154، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

بحر الرائق میں ہے: "لو نوی الاقامة بمکة خمسة عشر یوماً فانه لا یتم الصلاة لان الاقامة لا تکون فی مکانین اذ لو جازت فی مکانین لجازت فی اماکن فیؤدی الی ان السفر لا یتحقق لان اقامة المسافر فی المراحل لو جمعت کانت خمسة عشر یوماً او اکثر **الا اذا نوی ان یقیم باللیل فی احدهما فیصیر مقیماً بدخوله فیه لان اقامة المرء تضاف الی مبیته یقال فلان یسکن فی حارة کذا وان کان بالنهار فی الاسواق ثم بالخروج الی الموضع الآخر لا یصیر مسافراً**" اگر مکہ میں پندرہ روز اقامت کی نیت کی، تو وہ پوری نماز نہیں پڑھے گا، اس لئے کہ اقامت دو جگہوں میں نہیں ہوتی، کیونکہ اگر اقامت دو جگہوں پر جائز ہو گی، تو متعدد جگہوں پر بھی جائز ہو جائے گی، پھر یہ بات اس طرف لے جائے گی کہ سفر ہی متحقق نہ ہو، اس لئے کہ سفر کے مراحل میں مسافر کی اقامت ہوتی ہے اگر ان کو جمع کر لیا جائے، تو یہ پندرہ یا اس سے زیادہ دن بن جاتے ہیں۔ **ہاں جب وہ دونوں جگہوں میں سے ایک میں رات میں قیام کی نیت کرے، تو وہ اس جگہ میں داخل ہونے سے مقیم ہو جائے گا، اس لئے کہ آدمی کی اقامت کی نسبت اس کے رات بسر کرنے کی جگہ کی طرف ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں اس محلے میں رہتا ہے اگرچہ وہ دن میں بازاروں میں ہوتا ہے پھر دوسری جگہ کی طرف نکلنے سے وہ مسافر نہیں ہو گا۔**
(بحر الرائق، جلد2، صفحہ232، مطبوعہ کوئٹہ)

مقیم ہونے کے لئے پندرہ راتیں مسلسل ایک جگہ پر گزارنے کی نیت ضروری ہے اگرچہ دن کسی دوسری جگہ پر گزارے۔ چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "اقول: الحق ان التوالی

شرط فانه لو نوی ان یقیم ھاھنا اسبوعاً فی اول کل شھر لا یکون مقیماً ھاھنا ابداً والخروج قسمان: احدھما: الخروج نھاراً اولیلاً الی موضع آخر مع المبیت ھاھنا، فھذا لا یقطع التوالی **والآخر: الخروج الی موضع آخر للمبیت فیه ولو لیلة، فھذا الذی یقطع التوالی** ۔ملتقطاً" میں کہتا ہوں: حق یہ ہے کہ تسلسل شرط ہے۔ اگر نیت کرے کہ ہر مہینے کی ابتدا میں ایک ہفتہ یہاں مقیم رہے گا۔ وہ کبھی بھی یہاں مقیم نہیں ہو گا۔ خروج (نکلنے) کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم: دن یارات میں دوسری جگہ کی طرف اس نیت کے ساتھ نکلنا کہ رات یہیں گزارے گا، تو یہ تسلسل کو منقطع نہیں کرے گا۔ دوسری قسم: **دوسری جگہ کی طرف نکلنا اس میں رات گزارنے کے لئے اگرچہ ایک ہی رات ہو**، یہ تسلسل کو منقطع کر دے گا۔ (جد الممتار، جلد3، صفحہ566۔567، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ: کراچی)

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "جب تک کسی خاص جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت الٰہ آباد میں کرلی ہے، تو اب الٰہ آباد وطنِ اقامت ہو گیا۔ **نماز پوری پڑھی جائے گی جب تک وہاں سے تین منزل کے ارادہ پر نہ جاؤ اگرچہ ہر ہفتہ پر، بلکہ ہر روز الٰہ آباد سے کہیں تھوڑی دور یعنی چھتیس کوس سے کم باہر جانا اور دن کے دن واپس آنا ہو، جبکہ نیت کرتے وقت اس پندرہ دن میں کسی رات دوسری جگہ شب باشی کا ارادہ نہ ہو ورنہ وہ نیت پورے پندرہ دن کی نہ ہو گی مثلاً الٰہ آباد میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کی اور ساتھ ہی یہ معلوم تھا کہ ان میں ایک شب دوسری جگہ ٹھہرنا ہو گا، تو یہ پورے پندرہ دن کی نیت نہ ہوئی اور سفر ہی رہا** اگرچہ دوسری جگہ الٰہ آباد کے ضلع میں بلکہ اس سے تین چار ہی کوس کے فاصلہ پر ہو اور اگر پندرہ راتوں کی نیت پوری یہیں ٹھہرنے کی تھی اگرچہ دن میں کہیں اور جانے اور واپس آنے کا خیال تھا، تو اقامت صحیح ہو گئی نماز پوری پڑھی جائے گی، جبکہ وہ دوسری جگہ الٰہ آباد سے چھتیس کوس یعنی ستاون اٹھاون میل کے فاصلے پر نہ ہو۔ ملخصاً" (فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ251، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم